

صنفي تفریق کے بارے میں عصر حاضر کے نظریات، چیلنجز اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اسکا حل

CONTEMPORARY IDEAS ABOUT GENDER DISCRIMINATION, CHALLENGES, AND ITS SOLUTION IN THE LIGHT OF SEERAT-UN-NABI ﷺ

* Dr. Hafiza Bareera Hameed

** Dr. Shazia Ashiq

ABSTRACT

The theory of equality between men and women has always been debated in Eastern and Western societies, which has led to many misunderstandings in the societies. As a result, rights and duties for men and women were defined apart from the natural system. As a result, the family system in Western societies seems to be in ruins. Our Eastern societies today also seem to be plagued by numerous misconceptions about the natural system of equality between men and women. As a result, Eastern societies are also slowly deteriorating in terms of the family and community system. In such cases, it is important that we first know that human survival depends on adopting the lifestyle that his Creator has ordained for him and that is the only way to build a better society. For this purpose, it is necessary to remove the confusion that arises in the natural system regarding men and women. In this article researcher will discussed in such a way to clear the point of Islam about gender discrimination in the light of Seerat-un-Nabi ﷺ.

Key words: Gender discrimination, Natural system, Contemporary Ideas, Family law, Social Responsibilities, Misunderstandings.

تعارف موضوع

دین اسلام منظم و مرتب اور نظم و نسق والا مذہب ہے، جس میں بد نظمی و بے ترتیبی کا تصور ہی نہیں ہے، نظم و نسق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اس کائنات کے معمولی امور سے لے کر بڑے معاملات تک، سب کی تنظیم کر دی ہے۔ اور اسی تنظیم نے سماج کو محبت و مودت کی ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ لیکن تبدل زمانہ کے ساتھ ساتھ معاشرے میں جہاں اور تبدیلیاں ہوتی چلی گئیں، اور نت نئے امور و مسائل جنم لیتے چلے گئے وہیں معاشرے میں صنفی تفریق کے حوالے سے بھی جنگ چھڑ گئی۔ جس سے کئی سوالات جنم لیتے چلے گئے۔ اور معاشرہ افراط

* Lecturer, The government Sadiq college women university Bahawalpur.

** Lecturer, The government Sadiq college women university Bahawalpur.

و تفریق کی راہ پر نکل پڑا۔ تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ صنفی حوالے سے شریعت کا نقطہ نظر واضح کیا جائے۔ اور عوام کو اس بات کی آگاہی دی جائے کہ اسلام نے دونوں اصناف کی ذمہ داریوں اور حقوق کی تقسیم کے حوالے سے کن اصول و ضوابط کو مد نظر رکھا ہے۔ زیر بحث آرٹیکل میں اسی حوالے سے بحث کی جائے گی صنفی تفریق کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت میں ایسے کیا اقدامات کیے گئے جس سے معاشرے میں سماجی نظم و نسق بھی برقرار رہا اور دونوں اصناف اپنے میدان میں ترقی کے منازل طے کرتی چلی گئیں۔ ساتھ ہی عصر حاضر میں صنفی تفریق کے حوالے سے چیلنجز اور انکا حل پیش کیا جائے گا۔

صنفی تفریق کے بارے میں عصر حاضر کے نظریات

عصر حاضر میں صنفی تفریق کے حوالے سے دو طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک نقطہ نظر تو یہ ہے "کہ دونوں اصناف میں مکمل مساوات قائم کی جائے" اور دوسرا نقطہ نظر مرد کی برتری کا قائل ہے اور اس میں وہ اس قدر متشدد رویہ اختیار کرتا ہے جس سے صنف نازک کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور معاشرہ میں نظم و نسق قائم نہیں رہتا۔ ان نظریات میں سے جہاں تک مساوات مرد و زن کا تعلق ہے۔ اسلام اس نظریہ مساوات کی کلی مخالفت کرتا ہے جو عورت اور مرد کی صلاحیتوں میں سرے سے کوئی فرق نہیں کرتا، اور دونوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں بالکل مساوی قرار دیتا ہے۔ اسلام اس مساوات کو مساوات نہیں، بلکہ ظلم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اول تو عورت اور مرد کے طبعی رجحانات و میلانات میں بڑا فرق ہے، دوسرے خاندان کی ذمہ داریوں کا ایک بہت بڑا بوجھ پہلے سے عورت کے اوپر لدا ہوا ہے جس کو اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔

مغربی نظریہ کے مطابق مساوات مرد و زن کے معنی یہ سمجھ لیے گئے ہیں کہ مرد اور عورت صرف انسانی حقوق میں ہی نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی میں بھی باہم برابر ہیں، اور دونوں میں مساوات دینے کا حل یہی قرار پایا کہ عورت ہر وہ کام کرے جو مرد کرتا ہے تاکہ دونوں برابر ہو سکیں۔ اور عورت سے بھی اخلاقی بندشوں کو ہٹا دیا جائے جس طرح مرد کے لیے پہلے سے ڈھیلی ہیں مساوات کے اس غلط تصور کی وجہ سے عورت اپنے فطری فرائض سے یا تو غافل ہو گئی یا پھر اگر اس نے دونوں طرح کے کام کے لئے کوشش کی تو وہ دگنی ذمہ داریوں کے بوجھ میں پھنستی چلی گئی۔ حالانکہ مرد و عورت کی ساخت، نفسیات، جذبات اور مزاج کا فرق یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ زندگی کے دائرہ ہائے کار میں دونوں کا میدان الگ الگ ہے گھر سے باہر کی ذمہ داری مرد کی ہے اور گھر کے اندر کی ذمہ داری عورت کی وجہ سے ہے۔ عورتوں اور مردوں میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے صلاحیتیں ایک دوسرے سے الگ رکھی ہیں اس لیے ان کا دائرہ کار بھی اس نے الگ الگ رکھا ہے ان کے فرائض بھی ایک دوسرے سے مختلف بتائے ہیں اور حقوق بھی۔ لہذا عورت اور مرد کے درمیان دائرہ کار اور حقوق و فرائض میں عدم مساوات بالکل فطری ہے اور عقلی تقاضا بھی، مغربی تہذیب نے عورت و مرد کے دائرہ کار اور حقوق و فرائض میں مساوات کا جو نعرہ دیا ہے وہ خلاف وحی ہونے کے علاوہ خلاف فطرت انسانی اور خلاف عقل بھی ہے اور بہت سے مغربی دانشور اور فلاسفر معاشرت میں اپنے اصولوں کی ناکامی کو تسلیم کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب نے کئی دنیاوی شعبوں میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن اپنی معاشرت اور خاندانی نظام کو متوازن خطوط پر چلانے میں اسے سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کی ایک بڑی وجہ ان کے ہاں

عورت و مرد میں مساوات اور عورت کی آزادی کا غلط تصور ہے۔ اور یہ محض نظری ناکامی کی بات نہیں بلکہ یہ اصول چونکہ غلط تھا لہذا خود مغرب اس اصول پر عمل نہیں کر سکا۔ کیا مغربی ممالک میں سول سروس، فوج، بزنس، اور انڈسٹری میں عورتوں مردوں کی تعداد یکساں ہے؟ کیا امریکہ و یورپ میں صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف اور ججز میں مرد و عورت مساوی تعداد میں رہے ہیں یا اس وقت ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ عورت و مرد میں مکمل مساوات کا مغربی تہذیب کا نعرہ خلافِ وحی ہی نہیں خلافِ عقل و فطرت بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی۔ اور اسلام کا اصول صحیح ہے کہ عورت و مرد کے مابین تعلقات مساوات (Equality) پر نہیں بلکہ عدل (Equity) پر مبنی ہونے چاہئیں۔ عدل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک انسان پر اس کی استعداد اور برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے قرآن کریم کی آیت "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے

اسلام ایک مہذب معاشرہ کے قیام و بقاء کے لیے خاندان کو بنیادی ادارہ قرار دیتا ہے۔ مذاہب عالم کے تمام تصورات کے برعکس رشتہ ازدواج کو علامت تقویٰ و ایمان قرار دیتا ہے۔ اس بناء پر مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کی مختلف دائرہ ہائے کار کے تناظر کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت کے بنیادی مقاصد و مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے ایک عادلانہ رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام میں شادی کا مقصد ایک "کماؤ بیوی" کا حصول نہیں بلکہ آئندہ آنے والی نسل کی تربیت، اور گھر کے اندر سکون، رحمت اور مودت کا ماحول فراہم کرنے والی بیوی کا حصول ہے۔

دوسرے نظریے کی وجہ سے بھی بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں، اس میں بھی عورت کا استحصال ہے کہ اسکو اسکے بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ الغرض یہ کہ یہ دونوں نظریات معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان نظریات کے ضمن میں درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں ساتھ ہی انکا جائزہ شریعت کی روشنی میں بھی پیش کیا گیا ہے تاکہ عصر حاضر کے موجودہ نظریات کا سقم ظاہر ہو اور اسلامی تعلیمات کی آفاقیت کا پرچار ہو۔

خاندانی نظام کا انتشار اور پرائیویسی کا خاتمہ

کسی بھی معاشرے کی بنیاد خاندان کے ادارے سے ہوتی ہے۔ خاندان کی بقاء ہی معاشرے کی بقاء کی ضمانت ہے اس ادارے کو چلانے کے لیے ذمہ داریاں بھی فطری طور پر انسان کے اندر ودیعت کر دی گئی ہیں۔ حقوق و فرائض کا ایک مکمل و مربوط نظام بھی اس کے بقاء کے لیے شریعت کی طرف سے فراہم کیا گیا ہے۔ الغرض یہ کہ اس کی مضبوطی اور خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے تمام انتظام کیے گئے ہیں۔ لیکن جب اس ادارے کو چلانے والے اپنی اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کرنے لگے۔ تو یہ ادارہ انتشار کو شکار ہوتا چلا گیا۔ پھر اس ادارے کا اندرونی نظم و نسق، انتظام و انصرام خاتون کے ذمے تھا۔ لیکن جب اسکی جدوجہد بھی فطرت سے ٹکرائی، تو اس خاندانی ادارے کے نتائج بالکل الٹ ہوتے چلے گئے۔ وہی خاندان جو سکون کا باعث تھا باعثِ رحمت تھا، زحمت بن گیا، عورت و مرد کے درمیان محبت و الفت میں دراڑیں پیدا ہونے لگیں اور انکے ساتھ جو رشتے جڑے ہوئے تھے ان کا سکون بھی درہم برہم ہو گیا۔ والدین جو کہ اولاد کی ذمہ داری ہوتے ہیں انکی خدمت کا جب انسان کے پاس ثائم نہیں رہا تو ان کو اولڈ ہوم بھیج دیا

گیا۔ اور چھوٹے معصوم بچے جب ماں کا پیار، شفقت سے محروم ہونے لگے تو اسکا انتظام ڈے کثیر کی صورت میں کر دیا گیا۔ اور اس کے نتیجے میں خاندان کے بقیہ تعلقات جو کہ اسی کی وجہ سے قائم و دائم تھے ختم ہوتے گئے اور انسان اس سکون سے دور ہوتا چلا گیا جو کہ ایک خاندان ہی فراہم کر سکتا ہے خاندان کا یہ انتشار بہت بڑے خسارے کی صورت میں سامنے آیا جس کو کوئی بھی معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا۔^۴ اسکے برعکس اسلام ایک مضبوط اور پائیدار خاندان کو معاشرہ کی بقاء کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ اس لیے کہ خاندان ہی کی بنیاد پر معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"^۵

"اے لوگوں بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مذکر و مونث سے جنم دیا ہے، اور ہم نے تمہاری پہچان کے لیے کنبے، قبیلے بنائے ہیں، تاکہ تم باہم ایک دوسرے کی پہچان رکھو، بلاشبہ تم میں سے اللہ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری کا اہتمام کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جاننے والا، خبردار ہے"

الغرض یہ کہ خاندان اگر مضبوط و مستحکم ہو گا تو معاشرہ بھی مستحکم ہو گا لیکن اگر خاندان انتشار کو شکار ہے تو معاشرے کا سکون بھی درہم برہم ہو گا۔ اسی لیے اسلام اسکی تشکیل و تنظیم کے لیے مکمل و مربوط و منظم نظام فراہم کرتا ہے۔ جس میں حدود و قیود متعین کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنانے کی تاکید کرتا ہے۔ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کیا جائے ورنہ یہ سارا نظام بکھر جائے گا۔ اس نظام میں عورت کی بنیادی اہمیت ہے وہ اس کی تعمیر کا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس میں اسکے حقوق و فرائض بھی ہیں اگر وہ اس سے کنارہ کش اختیار کرے اور اسکی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا نہ کرے تو یہ نظام بکھر کر رہ جائے گا۔ اس کا بقاء اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جب عورت اسے اپنی توجہ اور محبت کا مرکز بنائے۔^۶

عورت کے معاشی استقلال کے نتائج

اصناف کے مابین مساوات کے نعروں نے عورت کو اس راہ پر لگا دیا ہے۔ کہ بظاہر معاشی طور پر مضبوط ہونا اسکے فرائض کا حصہ بن چکا ہے عورت کے معاشی استقلال اور مضبوطی نے اسے مرد سے بے پرواہ کر دیا ہے یہ اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر سنبھالے یہ بہت پرانا ہو چکا ہے اب جدت نے معاشرے کو اس ڈگر پر چلا دیا ہے کہ دونوں معاشی جدوجہد کریں خواہ کسی کو ضرورت ہے یا نہیں، اور گھر ہستی بازار کے مرہون منت بن چکی ہے۔ کہ باہر سے پکا پکایا لے لیا جائے، بچوں کو ڈے کثیر چھوڑا جائے، بوڑھوں کو اولڈ ہوم کی نذر کیا جائے، اب اس سب کے نتیجے میں صرف نفسانی خواہش کا تعلق باقی رہ جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ دونوں باہم تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ سب حدود و قیود رخصت ہوتی چلی گئیں تو پھر آہستہ آہستہ یہ تعلق بھی بوجھ بننے لگ گیا، جس نے مغرب کو ایک نئی ڈگر پر چلا دیا کہ شادی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مذہب کو پس پشت ڈال کر شہوانی خواہشات کو بھی آزاد ڈال دیا گیا۔ گناہ کا خیال مذہب کے ساتھ رخصت ہوا اور معاشرے کا لحاظ، ادب اس طرح رخصت ہو گیا کہ اسے اب ترقی، روشن خیالی اور

مساوات کا نام دے دیا گیا اور یہی وہ چیزیں ہیں جس نے مغربی معاشرت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ موجودہ دور میں ترقی کا مفہوم صرف معاشی ترقی کو گردانا جاتا ہے جسکی وجہ سے مرد و عورت دونوں ہی معاشی تگ و دو میں لگ چکے ہیں، حالانکہ ترقی صرف یہ نہیں ہے بلکہ خاتون کا گھر کو سنبھالنا، ان کی پرورش کرنا، انکی اخلاقی طور پر تربیت کرنا، یہ ملک ہو ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے، ملک کی ترقی کا صرف یہی نہیں ہے کہ مرد و عورت دونوں ایک دوڑ میں لگ جائیں ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کریں بلکہ سب سے بڑی ترقی نئی نسل کو اخلاقیات کے اعلیٰ پیمانے پر لانا، تاکہ کل کو وہ ملک و قوم کی فلاح و ترقی کے قابل بن سکیں، سب سے بڑی طاقت یہی ہے۔^۸

بلاشبہ یہ بات بھی درست ہے کہ اگر ایک گھر میں مرد کفیل نہ ہو یا اس کی آمدنی گھر کے اخراجات کے لیے کافی نہ ہو۔ اور عورت کام کرنے پر مجبور ہو تو ایک عورت کے لیے ستر و حجاب کی حدود کے ساتھ تجارت کرنا یا ایسی جگہوں پر کام کرنا جہاں صرف عورتیں ہی ملازم ہوں بلا تردد جائز ہے تو بوقت ضرورت بیوی اپنے خاوند کا ہاتھ بٹا سکتی ہے۔ عہد نبوی سے اسکی کئی امثلہ ملتی ہیں کہ صحابیات زندگی کے ہر میدان میں حصہ لیتی تھیں۔ لیکن آزادی کے نام پر عورتوں کو اس بات پر اکسانا، کہ گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹانے کے لیے کمانا انکے فرائض میں شامل ہے، اور اسی کو مرد و عورت کے درمیان مساوات کا نام دیا گیا ہے یہ فطری تقاضوں کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کردہ تقسیم انسانی مزاج، نفسیات اور عدل و انصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔^۹

حقوق و فرائض میں عدم توازن

حقوق و فرائض کی اس بے جا تقسیم میں عورت کے حقوق اور ذمہ داریوں میں عدم توازن پیدا ہو گیا۔ فطرت نے عورت کی نشوونما میں احساسات و جذبات میں وہ چیز بھی رکھ دی جو اسے فطرت کی طرف سے ملتی ہے کہ وہ ماں بن سکے اور اس کی گود میں نسل انسانی پروان چڑھے۔ ماں بن کر نسل انسانی کو آگے بڑھانا کوئی وقتی اور مشغلہ نہیں ہے۔ حمل، ولادت، رضاعت، بچہ کی پرورش اور پھر اسکی تربیت ایک طویل المدتی اور دشوار گزار عمل ہے۔ اس سارے عمل میں مرد براہ راست اس کا بوجھ نہ اٹھاتا ہے اور نہ اٹھا سکتا ہے بلکہ بعض حیثیتوں سے اس کا شریک تو ہوتا ہے اور بالواسطہ اس کے ساتھ تعاون بھی کرتا ہے۔ اب عورت پر وہ ساری سیاسی، سماجی، اور معاشی ذمہ داریاں بھی ڈال دینا، جو کہ مرد پر عائد ہوتی ہیں بہت بڑی زیادتی ہے۔ اس بارے میں اسلام ایک معتدل اور متوازن نقطہ نظر کا حامل ہے۔ وہ عورت کو سارے معاشی، سیاسی، اور سماجی حقوق دیتا ہے جو مرد کو اس نے دیئے ہیں۔ البتہ اسے بعض ان ذمہ داریوں سے مستثنیٰ کر رکھا ہے جو اس کے مزاج اور جسمانی ساخت سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اور جن کے اٹھانے کے بعد وہ اپنی فطری ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتی۔^{۱۰}

اسلامی احکامات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسے احکام ہیں جن میں دونوں اصناف میں باہم امتیاز رکھا گیا ہے۔ جو کہ مخالفین ہمیشہ انہی احکام کو لے کر نشانہ بناتے ہیں ان میں خواتین کی وراثت، دیت، شہادت اور خواتین کا سیاست میں حصہ لینا ہے۔ لیکن جب مخالفت کی عینک اتار کر ان کا مطالعہ کیا جائے تو ہر طرح کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلامی احکام کی یہ خوبی ہے کہ اسلام احکامات کی تقسیم میں مساوات کو

نہیں بلکہ عدل کو مد نظر رکھتا ہے اور عدل کا تقاضا یہی ہے کہ ہر ایک کو اسکی جسمانی صلاحیتوں، اور دائرہ کار کو مد نظر رکھتے ہوئے احکامات سے نوازا جائے۔ اسلام نے بالکل اسی پہلو کو مد نظر رکھا ہے جہاں تک خواتین کی وراثت کی بات ہے تو سورہ نساء کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الفروض میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔ پھر منصفانہ تقسیم دیکھیے کہ عورت وراثت میں بھی حصہ دار ہے اور اس پر کوئی معاشی ذمہ داری بھی نہیں ہے دوسری طرف عورت خاوند سے حق مہر بھی لے رہی ہے۔ اور وراثت بھی۔ اور مرد جس پر اپنی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ پورے کنبے کی جس میں بسا اوقات بہت سارے افراد ہوتے ہیں۔ اسکو اگر ایک صورت (بہن، بھائی) میں دو گنا حصہ مل رہا ہے تو اس قدر واویلا کیوں؟ اسی طرح خواتین کی گواہی کی جہاں تک بات ہے اس میں بھی اسلام نے عدل کے پہلو کو دیکھتے ہوئے، خاتون کو عزت دیتے ہوئے، اسے عدالتی معاملات کی پیچیدگیوں، خرابیوں سے بچاتے ہوئے کیا زبردست انتظام کیا ہے کہ جہاں اکیلی خاتون کی گواہی کی ضرورت پڑی تو اسکو بغیر کسی رد و قدح کے قبول کر لیا۔ حدیث مبارکہ سے اسکا ثبوت ملتا ہے۔ اور مالی معاملات میں خواتین کی ذمہ داریوں کا میدان نہ ہونے کی وجہ سے، دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دے دیا۔ جس میں سراسر خواتین کی عزت ہے۔ آپ زرا سروے کیجیے کتنی خواتین ہیں جو بازار میں دکان کھول کے بیٹھی ہیں؟ ظاہر ہے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ہر معاملے کو خواتین کو گھسیٹ لانا کہاں کا انصاف ہے؟

اسی طرح خواتین کی دیت کو دیکھیے اور دیت کی حکمتوں کو دیکھیے۔ کہ دیت کسی بھی انسانی جان کے چلے جانے سے ہونے والے نقصان کا مداوہ ہے۔ اور ایک خاتون کے چلے جانے سے گھر کا نظام ڈسٹر ب ضرور ہوتا ہے، لیکن بہر حال معاشی کفالت تو عورت کے ذمے نہیں تھی۔ اس لیے دو گنے تاوان کی بھی ضرورت نہیں لیکن ایک مرد کے چلے جانے سے ساری صورت حال تبدیل ہو جاتی ہے۔ پورے کا پورا کنبہ کفالت سے محروم ہو جاتا ہے، اسی نقصان کے ازالے کے لیے مرد کی دیت عورت سے زیادہ رکھی گئی ہے۔ تو ایک مرد کے قتل کے بعد بیوہ خاتون، بچے، اس مقتول کے والدین، بہن بھائی ہو سکتا ہے کوئی اور قریبی رشتہ دار بھی اسکے زیر کفالت ہو وہ کہاں جائیں؟ ان سب پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی شریعت نے یہ فرق روار کھا ہے

اسی طرح خواتین کا سیاست میں حصہ لینے کی جہاں تک بات ہے۔ اس میں بھی ہم جب سیرت نبوی کا مطالعہ کرتے ہیں تو خواتین ہر میدان میں نظر آتی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا حضرت ام سلمہ سے مشورہ کرنا، اسکی واضح دلیل ہے۔ جب آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ حلق کرو اور قربانی کرو تو صحابہ میں سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا تو حضرت ام سلمہ نے آپ سے کہا:

"أَتُحِبُّ ذَلِكَ أَخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمُ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً، حَتَّى تَنْعَزَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ، فَتَرْجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ، وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ، فَلَبَّارًا وَأَذِلَكَ قَامُوا، فَنَحَرُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا عَمَّا"

حافظ ابن حجر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

عورت سے ہمدردی کے جذبہ میں کمی

"اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم میں سے بیویاں پیدا کی ہیں، تاکہ تم ان کے پاس سکون سے رہو اور تمہارے درمیان محبت و ہمدردی ڈال دی سے بلاشبہ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

عصر حاضر میں عورت اور مرد کے درمیان حقوق کی کشمکش نے اس جذبہ کو مردہ کر دیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان مساوات کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن عملاً مساوات کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ قانون نے عورت کو جو سیاسی، سماجی، معاشی حقوق دیئے ہیں وہ اسکو پوری طرح سے نہیں مل رہے۔

خود انحصاری کا غرور

قدرت نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا معاون، سازگار، اور باہم گروا بستہ بنایا ہے۔ جسمانی، معاشرتی، اور نفسیاتی طور پر وہ ایک دوسرے سے آسودگی حاصل کرتے ہیں، ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، اور مل کر نئی تخلیق اور نشوونما کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے محب ہیں، رقیب نہیں ہیں تحریک نسائیت نے یہ غضب ڈھایا ہے۔ کہ وہ عورت کو خود انحصاری کی راہ پر چلا دیا ہے۔ مرد کے خلاف مہم کے پیچھے بھی یہی نفسیات کام کر رہی ہے۔ عورت ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے۔ اور عورت مرد کے بغیر بھی زندگی گزار سکتی ہے اور کامیاب ہو سکتی ہے۔ مغرب میں ایسی تحقیقات ہو رہی ہیں کہ معمول کے مطابق حمل کے طریقے سے گزرے بغیر بچہ پیدا کرنے کی کوئی صورت ممکن ہو سکے۔ Human cloning کا تجربہ کیا جا چکا ہے اس غرور کی وجہ سے طلاقیں ہوتی ہیں۔ عورت اور مرد تو اپنی تسلی کے لیے کوئی سہارا ڈھونڈ لیتے ہیں۔ لیکن بچوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ وہ فلاحی اداروں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ جہاں وہ کئی مصائب کا شکار ہوتے ہیں اور یوں معاشرے کو ایسے شہری میسر آتے ہیں جو دماغی طور پر غیر متوازن، نفسیاتی طور پر الجھاؤ کا شکار اور معاشرتی طور پر ناقابل قبول ہوتے ہیں۔^{۱۳} مغرب کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے انکے معاشرتی اور اخلاقی نظام کا بھی برا حال ہے اب یہی صورتحال مشرق میں بھی سامنا ہے۔

صنعتی تفریق کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر

شریعت اسلامیہ میں مرد و عورت انسان ہونے کی حیثیت سے،^{۱۵} مستحق تکریم ہونے کی حیثیت سے^{۱۶} اور حقوق و فرائض متعین ہونے کی حیثیت سے مساوی ہیں۔ اسی طرح شرف ایمانی میں بھی دونوں کی حیثیت یکساں ہے^{۱۷} اسی طرح قرآن پاک نے تقویٰ اور دین و آخرت کی فلاح کا جو معیار مرد کے لیے مقرر کیا ہے وہی عورت کے لئے بھی ہے۔^{۱۸} بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے بھی اسلام نے دونوں اصناف کو برابر تحفظ فراہم کیا ہے اور ساتھ ہی خواتین کے مقام و مرتبہ میں بحیثیت ماں، بہن، بیٹی، بیوی بہت خوبصورتی کے ساتھ ہر ایک کے لیے جداگانہ احکامات دیئے ہیں جنکا اسلام سے قبل معاشرے میں تصور بھی نہ تھا۔ لیکن ان سب کے ساتھ معاشرے میں سماجی نظم و نسق کی بقاء کے لیے بنیادی ذمہ داریوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے دونوں اصناف کے درمیان فرق رکھا ہے اس نظم کی بقاء کے لیے خاندان کو ایک انتظامی یونٹ قرار دیتے ہوئے مرد کو اس کا سربراہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَلِلرِّجَالِ عَلَىٰ نِسَائِهِمْ دَرَجَةٌ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"^{۱۹} پھر اسی درجے کی مزید وضاحت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس ارشاد

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ" سے ہوتی ہے "یعنی مرد عورتوں کے حاکم اور نگران ہیں اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں" دوسری طرف ارشاد باری تعالیٰ "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ" اور حدیث مبارکہ کے ان الفاظ "وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا" سے معلوم ہوتا ہے کہ "صنف نازک کو اللہ تعالیٰ نے گھر کی حد تک ذمہ دار بنایا ہے مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں لفظ قرن بعض اہل لغت کے ہاں قرار سے مانخو ذہے اور بعض نے لفظ وقار سے، اگر اسکو قرار سے لیا جائے تو اس کے معنی ہونگے، ٹک کر رہو اور اگر لفظ وقار سے لیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا، سکون سے رہو دونوں صورتوں میں آیت کا منشاء و مقصد یہ ہے کہ عورت کا دائرہ عمل گھر ہے۔ اور اس کو اس کے دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔" عورت کو گھر ہی کی حد تک ذمہ دار بنانے کی وجہ حافظ ابن حجر کے الفاظ میں یہ ہے

"انما قيد بالبيت لانها لا تصل الى ما سواه غالبا الا باذن خاص" ۲۴

"آپ نے اس کی ذمہ داری کو گھر کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ گھر کے علاوہ کسی اور مقام تک اس کی رسائی نہیں ہوتی الا یہ کہ کسی خصوصی اجازت سے فائدہ اٹھا کر وہ پہنچ جائے"

چنانچہ معلوم ہوا کہ شریعت نے عدل و انصاف کے جن اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اصناف کے مابین نظام معاشرت کو چلانے کے لیے جو ایک خوبصورت نظام دیا ہے اسی میں انسانیت کی بقاء مضمر ہے۔

خلاصہ

معاشرے میں صنفی تفریق خاص طور پر عورت کے مقام، اس کے حقوق و فرائض اور زندگی میں اس کے دائرہ کار سے متعلق مختلف اقوام و مذاہب کا طرز عمل شروع سے افراط و تفریط کا شکار رہا ہے۔ کہیں اس کو بدترین غلامی اور تحقیر و تذلیل کا نشانہ بنایا گیا، اور کہیں آزادی کے نام پر اس کو رسوا کیا گیا۔ عصر حاضر میں بھی کئی غلط طرح کے نظریات سامنے آتے ہیں۔ کہیں مساوات مرد و زن کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور کہیں عورت کے حقوق کے استحصال کی ایک لمبی فہرست سامنے آتی ہے۔ اور ان تمام نظریات اور ان سے پیدا شدہ مسائل سے نمٹنے کا ایک ہی حل ہے کہ خالق کائنات نے اپنی تخلیق کے بارے میں جو احکامات نازل فرمائے، اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر صنف کو اس کے حقوق اور فرائض سے آگاہی دی جائے۔ اور شریعت کی طرف سے مقرر کردہ حقوق کی فراہمی معاشرے میں ممکن کی جائے۔

حواشی و حوالہ جات

^۱ مودودی، ابو الاعلیٰ، پردہ (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پاکستان)، ص ۲۔

- ^۲ ماہنامہ البرہان لاہور، اپریل ۲۰۱۶ء، ص ۳۰۔
- ^۳ القرآن الکریم، سورہ البقرہ، آیت ۲۸۶۔
- ^۴ عمری، جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پاکستان) ص ۱۷۔
- ^۵ القرآن الکریم، سورہ الحجرات، آیت ۱۳۔
- ^۶ عمری، جلال الدین، اسلام میں عورت کے حقوق، ص ۲۳۔
- ^۷ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، ص ۲۶، ۲۵۔
- ^۸ ابوطارق، مولانا مودودی کے انٹرویوز (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پاکستان)، ص ۸۶۔
- ^۹ عبدالغفار حسن، مسلم خاتون، حقوق فرائض اور اوصاف (کراچی: رباط العلوم الاسلامیہ)، ص ۸۹۔
- ^{۱۰} عمری، جلال، اسلام میں عورت کے حقوق، ص ۱۹۔
- ^{۱۱} البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، (دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء)، رقم الحدیث: ۲۷۳۱۔
- ^{۱۲} العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری (بیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ء)، ۵/ ۳۷۔
- ^{۱۳} القرآن الکریم، سورہ الروم، آیت ۲۱۔
- ^{۱۴} خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: مکتبہ علمیہ، ۱۹۷۸ء)، ص ۵۰۹۔
- ^{۱۵} القرآن الکریم، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۰۔
- ^{۱۶} القرآن الکریم، سورہ التین، آیت: ۴۔
- ^{۱۷} القرآن الکریم، سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵۔
- ^{۱۸} القرآن الکریم، سورہ النحل، آیت ۹۷۔
- ^{۱۹} القرآن الکریم، سورہ البقرہ، آیت: ۲۲۸۔
- ^{۲۰} القرآن الکریم، سورہ النساء، آیت ۳۳۔
- ^{۲۱} القرآن الکریم، سورہ الاحزاب، آیت ۳۳۔
- ^{۲۲} بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المرأة راعیة فی بیت زوجها، (۵۰۷۲)۔
- ^{۲۳} مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، طبع دوم ۱۹۷۷ء)، ۴/ ۹۰۔
- ^{۲۴} ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفہ س۔ن)، ۵/ ۱۳۲۔